قضائے اسلامی کے مثالی نمونے

ترجمہ۔ خالد مسعود

یہ کتاب اس روشنی کی چند جھلکیاں پیش کرتی ہے جسے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر آئے اور ساری دنیا نے اس سے ہدایت پائی۔ یہ جھلکیاں جن آثار کی عکاسی کرتی ہیں وہ آج بھی دائم و قائم ہیں۔

اسلام ایک دائمی انقلاب کا نام ہے اور جو زندگی کے لئے سعی مسلسل کی دعوت ہے یہ عدل انصاف اور امن و آشتی کی دعوت ہے۔ اندھیروں کے لئے روشنی اور مسائل کے لئے حل مہیا کرتا ہے۔ معاشروں اور افراد کی تنظیم کرتا ہے۔

اسلامی دعوت نے جہاں اعلیٰ اقدار، عظیم انسانیت، پاکیزگی اور تقویٰ کے حامل ایک مثالی معاشرہ کی بنیاد رکھی وہاں اس قلیل عرصے میں تاریخ عالم کو جلیل القدر شخصیات بھی دیں۔ ایک طرف معاویہ بن ابی سفیان، زیاد بن ابیہ اور عمرو بن العاص جیسے سیاست داں تھے جنہوں نے حسن تدبیر سے اسلامی سیاست کا لوہا منوایا تو دوسری طرف سعد بن ابی وقاص، خالد بن ولید، مصعب بن زبیر جیسے اولوالعزم سپہ سالار تھے۔ جنہوں نے میدان ہائے کارزار میں

۱؎ یہ عربی کی ایک کتاب "المثل العلیا من قضاء الاسلام" مصنفہ محمود الباجی کے ایک باب کا ترجمہ ہے قضائے اسلامی کے مثالی نمونوں کو اس کتاب میں آج کے اسلوب میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (مدیر)

اپنی جنگی فراست اور شجاعت کی داد لی۔ پھر اسی دور نے فاروق اعظم اور ایاس بن معاویہ ایسے قاضی بھی پیدا کئے جو بصیرت اور قیام عدل میں مثالی شخصیات ہیں

اسلامی شریعت کے مصادر و مذاہب، مبادیات اور قواعد، مباحث اور فتاویٰ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ تمام تصنیفات اور اصول و فروع کی اہم ترین کتابیں احکام اور واقعات پر بہت کم مبنی ہیں۔ درحقیقت اسلامی شریعت کا ذخیرہ تمام تر عدالت نبوی کے فیصلوں سے لے کر مختلف زمانوں کے مسلمان قاضیوں کے فیصلوں پر مشتمل ہے۔

شریعت اسلامی کا یہ عظیم سرمایہ آج بھی ایک قابل فخر منبع و مصدر ہے۔ یہ آج بھی قانون سازی کے لئے دوسرے تمام ذرائع سے بے نیاز کر دینے والا ذخیرہ ہے قانون دانوں کے لئے یہ ہر زمانے میں مشعل راہ رہا ہے اور دور جدید کی فہم و بصیرت کے لئے ایک عظیم راہنما ہے۔ اس کی عظمت تاقیامت باقی رہے گی۔ یہ ایسی دولت ہے کہ اگر فرزندان اسلام اس سے چشم پوشی کریں بھی تو اس کی معاونت ان کے ہمراہ رہے گی۔

یہ عظیم میراث اگرچہ بے شمار تالیفات اور فقہ کے متفرق ابواب اور فروعی مسائل میں بکھری ہوئی ہے تاہم صدق و صفا میں یہ آج بھی حق کے قیام اور باطل کی تباہی کا سامان ہے۔

اس کوشش سے قبل مؤلفین نے عام طور پر اسلامی عدالتوں کے فیصلے جمع کرنے کی جو کوشش کیں، وہ کسی خاص شخصیت اور قاضی تک محدود ہوتی ہیں۔ مثلاً حضرت علی کے فیصلے لیکن مختلف قسم کے دیوانی، فوجداری مقدموں کے مثالی فیصلوں کو یکجا کرنے اور اسلامی سلطنت کے اہم شہروں مکہ، مدینہ، بغداد، دمشق، قیسروان اور قرطبہ میں جو مشہور عدالتی فیصلے ہوئے ان کو جمع کرنے کا کام اس سے پیشتر نہیں ہوا۔ میرا ارادہ ہوا کہ اس ضرورت کو پورا کیا جائے چنانچہ میں نے کتاب میں یہ اہتمام کیا ہے کہ مقدمہ اور اس کی پس منظر کی جیتی جاگتی تصویر، اسی زمانے کے ماحول اور رنگ میں پیش کی جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ آج کے قارئین بھی اس طرز بیان سے مانوس ہوں۔

واقعات کو نقل کرنے میں اختصار کو ترک کر دیا گیا کیونکہ اس طرح واقعات کے محرکات اور عوامل نظر انداز ہو جاتے ہیں اور فیصلہ کی عظمت اور اجتہاد و استدلال کی قدر و قیمت کا

انداز نہیں ہو پاتا۔ میں نے کوشش کی ہے کہ واقعات کو بیان کرتے وقت اس کے کردار، مقامات حادثات، ماحول اور دوسری جزئیات کی جیتی جاگتی تفصیل آجائے اور ان کا فیصلہ ذکر کرتے وقت واقعہ کا مختصر تجزیہ اور نتائج کی ممکن تفصیل پیش کر دی جائے۔

شاید اس کوشش سے میں اسلامی عدالت کے صحیح خد و خال واضح کر سکوں اور ان اقدار کو اجاگر کر سکوں جن میں اس شاندار میراث کی عظمت و شرف زندہ و تاباں ہے۔ مجھے امید ہے کہ اسلامی ممالک کے قاضیوں کے لئے یہ مثالی فیصلے مشعل راہ ثابت ہوں گے اور صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کریں گے۔ اور لوگ ان فیصلوں کی روشنی میں اسلاف کی عظمت کے ہی نہیں بلکہ آئندہ نسلوں کے لئے مثالی کردار بنیں گے۔

محمود الباجی

تونس جمادی الاول ۱۳۷۶ھ

توبہ پر سزا معاف

نسائی: ہم میں سے محمد بن یحییٰ بن کثیر، عمرو بن حماد بن طلحہ اور اسباط بن نصر نے انہوں نے سماک بن علقمہ سے، انہوں نے وائل سے، اور انہوں نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ صبح منہ اندھیرے میں ایک عورت نماز کے لئے مسجد کی طرف جا رہی تھی کہ ایک شخص نے اسے پکڑ لیا اور زبردستی اس سے منہ کالا کیا۔

اس عورت نے شور مچایا اور مدد کے لئے پکارا۔ چیخ اور پکار سن کر ایک راہ گیر اس طرف آیا۔ لیکن مجرم رات کے اندھیرے میں اس کے ہاتھوں سے بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔

مجرم کو جب احساس ہوا کہ اس جرم کی پاداش میں اسے عدالت نبوی میں حاضر ہونا پڑے گا اور وہاں اس پر زنا کی حد قائم ہو گی تو وہ بھاگ نکلا۔ اسی اثناء میں کچھ اور لوگوں کا بھی ادھر سے گذر ہوا۔ عورت اسی طرح فریاد کر رہی تھی۔ اس نے انہیں بھی واقعہ سنایا وہ تو مجرم کی تلاش میں چل کھڑے ہوئے۔

یہ لوگ تیزی سے ادھر ادھر پھیل گئے اور تھوڑی دیر میں انہوں نے ایک شخص کو جالیا جو اسی راستہ پر بھاگا جا رہا تھا۔

اس شخص کو پکڑے ہوئے وہ عورت کے پاس لے کر آئے تاکہ عدالت نبوی میں پیش کرنے سے پہلے تصدیق کر لیں۔ عورت نے کہا "ہاں یہی مجرم ہے"۔

گرفتار شخص کا کہنا تھا کہ میں مجرم نہیں ہوں۔ آپ لوگ خواہ مخواہ مجھ پر شبہ کر رہے ہیں؛ لیکن جب عورت نے بھی تصدیق کی تو لوگوں کا یقین پختہ ہو گیا۔ اس شخص نے کہا مجھے اس عورت سے ذرا پوچھ لینے دو۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ میں ہی مجرم ہوں"۔

"ہاں ہاں تم ہی مجرم ہو" عورت نے پھر یقین سے کہا

"کیا تم مجھے پہچانتی نہیں ہو۔ میں نے تو تمہیں مجرم سے چھڑایا تھا اور مجرم بھاگ نکلا تھا"

"نہیں تم صریحاً جھوٹ بول رہے ہو"

لوگ اس شخص کو پکڑے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ عورت بھی حاضر تھی۔ عورت نے سب کے سامنے دعویٰ پیش کیا کہ اس شخص نے جبراً مجھ سے زنا کیا۔ باقی لوگوں نے اس کی گواہی دی کہ ہم نے اسی راستہ پر سے اسے بھاگتے بھاگتے پکڑا ہے۔ ملزم نے بیان دیا کہ میں تو اس عورت کی چیخ پکار سن کر اس کی مدد کو آیا تھا۔ اور مجرم سے اسے چھڑایا لیکن وہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور میں اس کو پکڑنے کے لئے بھاگ رہا تھا۔

عورت نے ملزم کے بیان کی تردید کی اور اصرار کیا کہ یہی شخص مجرم ہے۔

نبی اکرمؐ نے استغاثہ کا دعویٰ اور شہادتیں اور ملزم کی صفائی سن کر فیصلہ دیا کہ عورت کے بیان اور قوم کی شہادت کی بنیاد پر یہی شخص مجرم ٹھہرتا ہے۔ اس لئے اسے سنگسار کیا جائے۔

ابھی لوگ ملزم کو رجم کرنے کے لئے لے جانے کو تیار ہی ہو رہے تھے اور ابھی فیصلہ کا اعلان ہوا ہی تھا کہ ایک شخص مجمع کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔

"اسے سنگسار نہ کرو۔ مجرم میں ہوں۔ اس عورت کے ساتھ میں نے یہ فعل کیا تھا"۔

لوگ اس ڈرامائی انداز پر حیران و ششدر رہ گئے۔ مجمع پھر بیٹھ گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے فیصلہ پر نظرثانی کرنا تھی۔ مقدمہ کی نوعیت بالکل تبدیل ہوگئی تھی اب اس کے فریق تین تھے۔ ایک وہ شخص جو اس عورت سے زنا کا اقبال جرم کر رہا تھا ایک وہ شخص جس کے بارے میں لوگ گواہی دے چکے تھے لیکن وہ جرم سے انکار کر رہا تھا۔

تیسرے عورت۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بارے میں فرمایا۔

"تجھے اللہ نے معاف فرمایا"

کیونکہ وہ جرم میں شریک نہیں تھی اور جبراً اس سے بھی یہ فعل کیا گیا۔ پھر اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ مجرم کو پہچان بھی نہیں سکتی تھی۔

پہلے شخص کو جسے لوگ عدالت کو پکڑ کر لائے تھے آپ نے فرمایا۔

"تمہارا رویہ قابل تعریف تھا"

کیونکہ اس نے اس عورت کی مدد کی تھی۔ اور قرائن سے یہ ثابت ہو چکا تھا کہ وہ اس جرم سے بری ہے اور خواہ مخواہ شبہ کی بنیاد پر سزا پا رہا تھا۔ ابھی دوسرے شخص کے بارے میں حضورؐ کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ عمر بن خطاب اٹھے اور کہا۔

"اسے سنگسار کیا جائے کیونکہ اس نے زنا کا اعتراف کیا ہے"

لیکن رسول اللہؐ نے فرمایا: نہیں۔ اس شخص نے جرم سے توبہ کر لی ہے اور اس کی توبہ اس درجہ کی ہے کہ اگر سارے مدینہ کی طرف سے یہ توبہ ہو تو اللہ رب کی طرف سے اسے قبول کر لیتا

عدالت نبوی کے اس فیصلے سے بڑے اہم نتائج حاصل ہوتے ہیں۔ جو قوانین اور عدالت کے لئے بلند اور شاندار اصول ہیں۔

۱- جس شخص کے ساتھ جرم واقع ہوا ہے محض اس کے اقرار اور گواہی کی بنیاد پر اور مجرم کے بھاگتے ہوئے پکڑے جانے پر زنا کا حکم صادر ہوا۔

۲- مجرم کے بارے میں مظلوم کی طرف سے اشتباہ کا امکان ہو سکتا ہے۔ وضاحت کے لئے مکمل تفتیش کی ضرورت تھی۔ چنانچہ خارجی شہادتوں سے مدد لی گئی۔

۳۔ اگر کسی کو بالجبر کسی جرم میں شریک کیا گیا اور اس کا ارادہ اس میں شامل نہیں تھا تو اس پر جرم کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

۴۔ اگر مجرم دل سے حقیقی توبہ کرلے اور قرائن سے توبہ کا خلوص ظاہر ہو تو اس کا جرم معاف کردیا جائے۔ جیسا کہ مقدمہ زیر بحث میں مجرم نے اپنے کو سنگساری کے لئے پیش کردیا تھا جب کہ عدالت میں جرم کسی اور پر ثابت ہوچکا تھا اور اس نے صرف ایک گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے احساس کی وجہ سے اپنے کو سزا کے لئے پیش کیا ہمارے معزز قاضیوں کے سامنے بارگاہ نبوت کے یہ عادلانہ فیصلے ہیں۔ یہ ایسی دفعات کا درجہ رکھتے ہیں۔ جن کی طرف رجوع کرنا چاہیئے، ان میں دقت نظر بھی ہے اور حکمت و دوراندیشی بھی۔ ہمارے قاضی اس سے سبق حاصل کرسکتے ہیں اور ان کی روشنی میں ایسے اصول اخذ کرسکتے ہیں جو قوی دلائل اور صائب رائے پر مبنی ہیں۔

فوجی راز کا افشا

حاطب بن ابی بلتعہ ایک صحابی ہیں جو غلام سے آزاد ہوئے تھے۔ آپ مکہ میں اشیائے خوردنی کا کاروبار کرتے تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ ہجرت کرکے مدینے آگئے۔ لیکن آپ کے اہل وعیال مکہ میں ہی رہے۔ ان کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ تھا۔ رسول اللہ کے حضور میں آپ کو بڑا اعتماد حاصل تھا چنانچہ آپ ہی نے مصر میں حضور کی طرف سے سفارت کے فرائض انجام دیئے تھے اور مقوقس شاہ مصر کے پاس اسلام کی دعوت لے کر پہنچے تھے۔ اس کے علاوہ بھی آپ کو جس منصب پر فائز کیا گیا، آپ نے ہمیشہ اسے بحسن وخوبی انجام دیا۔ آپ نے بدر کے معرکے میں بھی شرکت کی تھی اور بہادری کے جوہر دکھائے تھے۔ لیکن آپ کا دل دو جذبوں میں بٹ گیا تھا۔ ایک جذبہ اخلاص کا تھا جو دین اسلام، رسول اللہ اور اپنے مسلمان ساتھیوں کی طرف انہیں کھینچے رکھتا تھا دوسرا جذبہ محبت کا تھا جس سے آپ کا جی مکہ میں اپنے اہل وعیال میں اٹکا رہتا تھا۔ اسی طرح آٹھ سال گزر گئے۔

مکہ پر حملے کی تیاریاں ہونے لگیں لیکن جنگی مصلحتوں کی وجہ سے یہ تمام تیاریاں دشمن سے خفیہ رکھی گئیں۔ پروگرام یہ تھا کہ حملہ دفعتہً ہو۔ حاطبؓ کو اندیشہ ہوا کہ جونہی اس حملہ کی اطلاع ملے گی اور مسلمانوں کا پہلا دستہ مکے میں داخل ہوگا، قریش وہاں کے کمزور اور ضعیف مسلمانوں کو فوراً قتل کر دیں گے۔

مدینہ کی سرحد پر متعین جاسوسوں نے حضورؐ کو اطلاع دی کہ ایک سوار مشتبہ انداز میں ایک غیر معروف راستے سے مدینے سے مکے کی طرف جا رہا ہے۔ نبی کریمؐ نے فوراً دو سوار جاسوسوں کی اطلاع کے مطابق مکے کی طرف دوڑا دیئے۔ ایک سوار بڑے پراسرار انداز میں عام راستہ سے ہٹ کر کھجوروں کے جھنڈوں میں سے چھپ چھپا کر مکے کی طرف بھاگ رہا تھا۔ اس کے سوار ہونے کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی عورت ہے۔ علی بن ابی طالب اور زبیر بن عوام جو اس کا تعاقب کر رہے تھے تھوڑی ہی دیر میں اس کے قریب پہنچ گئے۔

پراسرار قاصد دفعتہ پکڑے جانے پر بالکل گھبرا گئی تھی۔ حضرت علیؓ کے دھمکانے پر اس نے بتایا کہ وہ مزنیہ قبیلہ سے ہے اور اس کا نام کنود ہے۔ اطلاع کے مطابق وہ ایک خط لے کر مکہ جا رہی تھی۔

زبیر بن عوام نے اس عورت سے خط کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا مجھے خط کا کوئی علم نہیں حضرت علی نے اسے دھمکایا کہ اگر وہ خط حوالے نہیں کرے گی تو اس کے تمام بدن اور کپڑوں کی تلاشی لی جائے گی۔ کنود نے جب کوئی چارۂ کار نہ دیکھا تو اپنے بالوں کے جوڑے میں چھپایا ہوا خط نکال کر ان کے حوالے کر دیا۔

خط حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کے نام لکھا تھا اور اس میں مسلمانوں کے مکہ پر حملہ کی تاریخ اور مختصر معلومات لکھی ہوئی تھیں کنود نے بتایا کہ اس کام کا معاوضہ حاطب نے پیشگی دس دینار دیئے تھے۔

حاطب حضورؐ کی عدالت میں لائے گئے۔ یہ عدالت خفیہ تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب موجود تھے حاطب نے اس خط کا اقرار کیا اور اپنا سارا اندیشہ بیان کیا اور کہا کہ مجھے توقع تھی کہ قریش اس مخبری کے عوض میرے بال بچوں کو کچھ نہیں کہیں گے۔

حضرت عمرؓ نے مشورہ دیا کہ حاطب دشمن کے ہاتھ فوجی راز کے افشا کے مرتکب ہوئے ہیں یہ بہت بڑا جرم ہے۔ ان کی گردن اڑادی جائے۔ لیکن حضورؐ دیکھ رہے تھے کہ بال بچوں کی محبت میں حاطب سے یہ جرم سرزد ہوا ہے ورنہ انہوں نے ماضی میں اسلام کی بہت خدمت کی ہے۔ حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا "عمر تم نہیں جانتے۔ شاید اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے بارے میں ہی کہا تھا کہ تم جو چاہے کرو اللہ نے تمہیں بخش دیا"

نبی کریمؐ نے حاطب کو بری کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت کو منظور تھا کہ یہی واقعہ اس آسمانی تنزیل کا باعث بنے اور اس واقعہ سے ملتے جلتے واقعات کے لئے نظیر بنے انسان کے فطری جذبات اور دینی فرائض میں جہاں تصادم ہو وہاں نظیر فیصلہ کن ثابت ہو سکے۔ تاکہ جو شخص مرے وہ ثبوت کی بنیاد پر مرے اور جو جیے وہ ثبوت پر جیے۔

اس طرح مسلمان اس بنیادی حکم سے آگاہ ہوئے اور اپنی بشری کمزوریوں پر غالب آئے۔ اپنے ذاتی اور جذباتی فیصلوں کو دینی اور اجتماعی فیصلوں کے ماتحت کرنے لگے۔

حاطب مدینہ منورہ میں ۳۰ھ میں حضرت عثمانؓ کے زمانے میں فوت ہوئے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے جنازے کے ساتھ صحابہ کی ایک بہت بڑی تعداد تھی۔

عوامی مذمت، ایک سزا

ایک صحابی کے پڑوس میں ایک شخص نہایت بد اخلاق، تند خو اور کم ظرف رہتا تھا۔ معاشرتی زندگی کے بارے میں رسول اللہؐ کے احکام تھے کہ پڑوسی ایک دوسرے سے نیکی، محبت، اور ہمدردی کے رشتہ سے وابستہ ہوں، ان میں قرابت داری کا یہ عالم ہو کہ لوگ انہیں ایک دوسرے کا وارث سمجھتے ہوں۔ ایک کی غیر موجودگی میں دوسرا اس کے گھر کا نگران ہو۔ لیکن یہاں معاملہ قطعاً برعکس تھا۔ صحابی جتنا اس کی برائیوں کو درگذر کرکے نیک سلوک کرتے اتنا ہی وہ زیادہ بدسلوکی کرتا۔ ہر وقت بدکلامی اور گالی گلوچ پر آمادہ رہتا۔ صحابی کی نیک فطرت سے وہ ناجائز فائدہ اٹھاتا۔ صحابی نے پوری کوشش کی کہ اس سے مصالحت ہو جائے لیکن اس کی

ایذا رسانیوں میں اضافہ ہی ہوا۔ جب پانی سر سے گذر گیا تو صحابی نے معاملہ عدالت نبوی میں لے جانے کا ارادہ کیا۔

صحابی نے نبی اکرم کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا اور دعویٰ پیش کیا کہ ان کا پڑوسی حقوق ہمسائیگی کو توڑنے کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اپنے دعویٰ کے ثبوت میں انہوں نے تمام حالات پوری تفصیل سے پیش کر دیئے۔

رسول اللہ نے حکم فرمایا کہ آخری مرتبہ مصالحت کی کوشش کر دیکھو اور اسے سمجھا بجھا کر حقوق کی ادائیگی کے لئے تیار کرو۔

صحابی واپس آئے اور اپنے پڑوسی کو انتہائی لطیف پیرائے میں سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ انتہائی بدکلامی سے پیش آیا اور زیادہ ایذا رسانی پر اتر آیا۔ صحابی دوبارہ شکایت لے کر عدالت نبوی میں پیش ہوئے اور تفصیل عرض کی۔ اور انہوں نے کہا کہ اس کی زیادتیوں کی وجہ سے ان کا محلے میں رہنا دوبھر ہو گیا ہے اور اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میں کسی دوسرے محلے میں اٹھ جاؤں اور مسجد نبوی کے پڑوس اور بلال کی اذان کے سننے سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جاؤں۔

رسول اللہ صلعم نے فیصلہ دیا کہ تم اپنا گھر کا سارا سامان نکال کر باہر کی سڑک پر رکھ دو۔"

صحابی نے پس و پیش کئے بغیر جو حکم ہوا تھا' اس پر عمل کیا۔

صحابی کو معلوم نہیں تھا کہ نبی کریم نے یہ حکم اس لئے دیا تھا کہ اس طرح لوگوں کو جب اس پڑوسی کی زیادتیوں کا علم ہوگا تو وہ لعنت ملامت کریں گے۔ اور وہ پڑوسی لوگوں کی بے عزتی کے ڈر سے راہ راست پر آجائے گا۔

صحابی سامان باہر نکال رہے تھے۔ راستہ مسجد نبوی کا تھا آتے جاتے ان کو سامان نکالتے دیکھ کر وجہ پوچھنے لگتے۔ ہوتے ہوتے کافی لوگ جمع ہو گئے۔ صحابی ان کو بتلاتے کہ اپنے پڑوسی کی زیادتیوں کی وجہ سے گھر چھوڑنے پر مجبور ہیں۔ لوگ جانتے تھے کہ یہ صحابی بہت ہی نرم خو اور حلیم الطبع ہیں۔ ان پر زیادتیوں کا سنکر وہ اس پڑوسی کو برا بھلا کہنے لگے۔ بعض تو با آواز بلند لعن طعن کرنے لگے۔

پڑوسی کو جب پتہ لگا کہ اس کا ہمسایہ سامان باہر نکال کر بیٹھا ہوا ہے اور لوگ اکٹھے

ہوکر لعنت ملامت کر رہے ہیں اور یہ خبر مدینہ میں ہر طرف پھیل چکی ہے۔ تو وہ گھبرایا اسے خطرہ ہوا کہ بہت جلد وہ ہر طرف لوگوں کی انگلیوں کا نشانہ بنے گا۔ لوگ اس سے قطع تعلق کرلیں گے۔

وہ بھاگتا ہوا آیا اور اپنے کئے کی معافی چاہی اور منت کی تم اپنے گھر میں اطمینان سے رہو تمہیں آیندہ کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ لیکن صحابی تو رسول اللہؐ کے حکم کے پابند تھے۔ پڑوسی نے بہت منت سماجت اور گریہ وزاری کی۔ بلکہ ان کا سامان اٹھا اٹھا کر رکھنے لگا۔ صحابی رضامند ہوگئے اور گھر میں چلے گئے۔

اس دن کے بعد ان کو کبھی کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی بلکہ ان کے درمیان محبت اور دوستی اس درجہ ہوگئی کہ ایک دوسرے کے بغیر کھانا نہ کھاتا۔

اس واقعہ سے قیاس کرتے ہوئے فقہائے اسلام نے یہ کہا ہے کہ ظلم کے روکنے کے لئے مؤثر تدبیر اختیار کرنا بھی شرعی وسیلہ ہے۔

اس حکم میں جو وسیلہ اختیار کیا گیا وہ ایک تدبیر تھی جس سے مقصود یہ تھا کہ ظالم اپنی ایذا رسانی سے باز آجائے۔ ظاہر ہے کہ عوامی غم و غصہ کو حرکت میں لانے سے بڑھ کر اور مؤثر تدبیر کیا ہوسکتی ہے۔ اس سے فرد کو معاشرے میں اپنے مقام اور وقار پر ضرب پڑتی نظر آتی ہے۔ چنانچہ عدالت نبوی نے اسی تدبیر کو اختیار فرمایا۔ اس تدبیر کے کارگر نتائج اس واقعہ میں ہی نہیں بلکہ ظلم کے روکنے کے لئے اس قسم کی تدبیروں کے استعمال کی تصدیق بھی ہوتی ہے۔ اور ساتھ ہی زیادتی کے مقابلہ کی بھی۔

آج کے قوانین جن میں عوام کے سامنے مجرم کی تشہیر ضروری خیال کی جاتی ہے دراصل اسی اسلامی اساس پر قائم ہیں۔ عدالت کی طرف سے یہ حکم کہ فیصلوں کی تفصیل اخباروں میں مکمل طور پر شائع کی جائے یا سزا کے وقت لوگوں کی موجودگی، یا جائداد وغیرہ پر مہر لگا دینا وغیرہ ایسے فیصلے ہیں جن میں یہی بنیادی اصول کار فرما ہے کہ مجرم کے معاشرے میں مقام کو دھچکا پہنچ سکے۔